

حضرت مسیح موعودؑ کی احباب جماعت کو پسند و نصح

(ملفوظات جلد 9 ایڈیشن 1984ء)

(تقریر نمبر 2)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

الَّذِينَ كَفَرُوا لَا يَبْتَغُونَ الْجَنَّةَ الَّتِي كَانَتْ تُوعَدُ لِقَوْمِهِمْ وَاللَّهُ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَظِيمٌ (البقرہ: 2-3)

اِنَّ اللّٰهَ اَعْلَمُ: میں اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔ یہ وہ کتاب ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت دینے والی ہے متقیوں کو۔

اسلام چیز کیا ہے؟ خدا کے لئے فنا
ترکِ رضائے خویش پے مرضی خدا

سامعین مکرم! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعویٰ کے بعد درسوں، ملاقاتوں، محافل عرفان اور تقاریر میں اپنے مُریدوں سے جو تربیتی، اصلاحی، علمی اور تبلیغی گفتگو فرمائی وہ ملفوظات کے نام سے دس جلدوں میں محفوظ ہے۔ مشاہدات کو ان ملفوظات میں سے اصلاحی و تربیتی پہلوؤں کو پسند و نصح کے تحت احباب جماعت کے لئے روحانی مادہ کے طور پر اکٹھا کرنے کی سعادت مل رہی ہے۔ آج جلد 9 سے حضورؑ کی پسند و نصح پر مشتمل تقریر نمبر 2 پیش ہے۔

جماعت کو نصیحت

فرمایا:

”میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ان نادان، تنگ خیال اور سفلہ مزاج ملاؤں سے نفرت اور پرہیز کریں جو بغاوت پسند ہیں اور ناحق خون کر کے غازی بنتے ہیں۔ میری جماعت کے ہر فرد کو لازم ہے کہ وہ گورنمنٹ کی قدر کریں اور پوری اطاعت اور وفاداری کے ساتھ اس کے احسانات کے شکر گزار ہوں اور یقیناً سمجھ لیں کہ جو شخص مخلوق کا شکر نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بھی نہیں ہو سکتا۔ غرض اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک یہ بڑا احسان ہے کہ اس نے اس سلسلہ کو گورنمنٹ انگلشیہ کی حکومت میں قائم کیا جو آزادی پسند اور امن دوست گورنمنٹ ہے اور اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے یہ دوسرا احسان ہے کہ اس نے اس سلسلہ کو پنجاب میں قائم کرنا پسند فرمایا اور اس سرزمین کو اس کے لیے منتخب کیا۔ ہندوستان بھی تو تھا پھر کیا وجہ ہے اور اس میں کیا حکمت ہے کہ پنجاب کو ترجیح دی؟ اس میں جو حکمت ہے وہ تجربہ سے معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ پنجاب کی زمین نرم ہے اور اس میں قبولِ حق کا مادہ ہندوستان کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔ مجھے کئی مہینے تک دلی اور دوسری جگہ رہنے کا اتفاق ہوا ہے مگر انہوں نے قبول نہیں کیا اور برخلاف اس کے پنجاب میں لوگوں نے مجھے اُس وقت قبول کیا جب دوسروں نے نہیں کیا حالانکہ میں نے ان کو اپنے دعویٰ کے دلائل سنائے۔ قرآن اور حدیث کو ان کے سامنے پیش کیا، نشانات پیش کئے مگر انہوں نے نہیں مانا (اَلَا مَآ شَاءَ اللّٰهُ) پس یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس ملک میں اس نے اس سلسلہ کو قائم کیا۔ علاوہ بریں یہ ملک حق رکھتا تھا کہ یہ سلسلہ قائم ہو کیونکہ چالیس پچاس برس تک سکھوں کا دھکا کھچا تھا۔ بچوں کو تو ان ڈکھوں اور تکلیفوں کی خبر نہیں اور میں بھی اس وقت بچہ تھا۔ اس لیے پورا علم تو نہیں مگر جس قدر علم مجھے ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے رویت کا علم ہوتا ہے۔ اس وقت اگر بانگ دی جاتی تو اس کی سزا بجز اس کے اور کچھ نہیں ہوتی تھی کہ بانگ دینے والا قتل کیا جاوے۔ حالانکہ یہ لوگ جانتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ جب وہ سکھ وغیرہ جاتے ہیں تو ہم کبھی ان کے مزاحم نہیں ہوتے اور نہ انہیں تکلیف دیتے ہیں مگر بانگ سے انہیں ایسی ضد تھی کہ جو نہی کسی نے دی وہ قتل کیا گیا جس جگہ میں اس وقت کھڑا ہوں یہ کارداروں کی جگہ

تھی اور دارالحکومت نہیں بلکہ دارالظلم تھا۔ جب انگریزی عدالت کا شروع شروع میں دخل ہوا۔ اس وقت یہاں ایک کاردار رہتا تھا۔ اس کا ایک سپاہی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے گیا۔ اس نے ملاں کو کہا کہ بانگ دے۔ مگر ملاں نے بہت ہی آہستہ آہستہ بانگ کہی۔ سپاہی نے کہا کہ اونچی آواز سے کیوں بانگ نہیں دیتا جو دوسروں تک بھی پہنچ جاوے؟ ملاں نے کہا میں اونچی آواز سے بانگ کیوں کر دوں۔ کیا میں پھانسی چڑھوں؟ اس پر سپاہی نے کہا کہ نہیں، تو کوٹھے پر چڑھ کر بہت اونچی آواز سے بانگ دے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ سلطنت کی تبدیلی ہو چکی ہے۔ آخر جب ملاں نے سپاہی کے کہنے سے بلند آواز سے اذان دی تو ایک شور مچ گیا اور کاردار کے پاس جا کر شکایت کی کہ ہمارے آٹے بھر شٹ ہو گئے اور ہم اور ہمارے بچے بھوکے رہے۔ ہم پر ظلم ہوا۔ اس پر کاردار نے کہا کہ اچھا پکڑ لاؤ۔ ملاں کو پکڑ کر لے گئے۔ وہ نیک بخت سپاہی بھی ملاں کے پیچھے پیچھے گیا۔ جب ملاں کاردار کے سامنے گیا تو کاردار نے اس سے پوچھا کہ تو نے بانگ دی ہے؟ سپاہی نے آگے بڑھ کر کہا کہ اس نے نہیں دی بانگ تو میں نے دی ہے۔ جب کاردار نے یہ سنا تو اس نے شکایت کرنے والوں کو کہا کہ اندر جا کر بیٹھو۔ لاہور میں تو گائے ذبح ہوتی ہے۔ اذان بھی ایک اسلامی دعوت ہے اور اس حالت میں اسلام کی اجمالی دعوت ہے حجّی عَلَى الصَّلٰوةِ اَوْ حَجّی عَلَى الْفَلَاحِ کا کیا مطلب ہے؟ یہی کہ مسلمان ہو جاؤ۔ مگر یہ لوگ اسلام کے دشمن تھے۔ اس لیے اس بانگ کے بھی دشمن تھے۔ ایسا ہی ایک واقعہ ہو شیار پور میں ہوا۔ وہاں کسی شخص نے بانگ دی تو اس کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کیا گیا ہے۔ صاحب ضلع نے اس مقدمہ کو نہایت حیرانی سے سنا۔ انہوں نے حکم دیا کہ اس شخص کو حاضر کرو۔ چنانچہ جب وہ حاضر ہوا تو اسے کہا گیا کہ اچھا بانگ دو اور جس قدر اونچی آواز سے تم نے وہاں دی ہے اسی قدر آواز سے یہاں بھی دو اور اپنے سر رشتہ دار کو بھی کہا کہ تم بھی خیال رکھو۔ اس سے کیا تکلیف ہوتی ہے۔ بانگ دینے والے نے آہستہ آواز سے بانگ دی تو شکایت کرنے والوں نے کہا کہ اس نے اونچی آواز سے دی تھی اب یہاں آہستہ دیتا ہے۔ تب اسے کہا گیا کہ خوب زور سے دو۔ آخر اس نے بانگ دی۔ جب وہ ختم کر چکا تو صاحب نے سر رشتہ دار سے پوچھا کہ تمہیں کچھ تکلیف ہوئی؟ اس نے کہا کہ نہیں صاحب! صاحب نے کہا کہ ہم کو بھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ اسے کہا کہ جاؤ جا کر بے شک بانگ دو کچھ ہرج نہیں ہے۔ اب خیال کرو کہ انگریزوں کا قدم کس قدر مبارک ہے اور ان کے آنے سے کسی قدر... ترقیات ہوئی ہیں۔ کتابوں کی اشاعت ہی کی طرف دیکھو کیسی ہو رہی ہے۔ ایک شخص کئے شاہ نام کہنے لگا کہ میرے مرشد ہمیشہ صحیح بخاری کی تلاش میں رہا کرتے تھے اور بیخ وقت اس کے ملنے کے لیے دعا کیا کرتے تھے اور کبھی کبھی مایوس ہو کر رونے لگتے تھے اور اس قدر روتے کہ ہچکیاں بندھ جاتی تھیں اور اب یہ حال ہے کہ صحیح بخاری تین چار روپے کو مل جاتی ہے۔ لیکن اس وقت یہ حال تھا کہ کسی ملاں کے پاس بھی اگر کوئی کتاب ہو تو بس کنز، قدوری، کافیہ تک ہی اس کی تعداد ہو سکتی ہے اور اس وقت اس قدر خزانے نکل آئے ہیں کہ ان کو کوئی گن بھی نہیں سکتا۔

غرض میں سچ کہتا ہوں کہ گورنمنٹ کا قدم ڈالنا اس سلسلہ کے لیے... بطور ارباص تھا۔ ارباص یہ ہوتا ہے کہ اصل چیز کے ظہور سے پہلے علامات ظاہر ہوں۔ اب غور کر کے دیکھ لو کہ یہ کیسے صاف صاف نشان ہیں۔ کتابوں کے ذخیرے نکل آئے۔ ان کے چھاپنے اور شائع کرنے میں ہر قسم کی آسانیاں ہو گئیں۔ ارکان مذہبی کے ادا کرنے میں کوئی روک اور مزاحمت نہیں۔ کوئی بانگ اور نماز سے روک نہیں سکتا یا تو وہ وقت تھا کہ گائے کے بدلے خون ہو جاتے تھے۔ مجھے معلوم ہے کہ ایک وقت سکھوں کے عہد میں محض ایک جانور کے لیے سات ہزار آدمی مارے گئے اور بٹالہ کا ایک واقعہ مشہور ہے۔ بھنڈاری جو وہاں کے رئیس ہیں ان کی حکومت تھی۔ ایک سید شام کو دروازے میں داخل ہوا تو وہاں گائے بھینسوں کا بڑا ہجوم تھا۔ اُس نے تلوار کی نوک سے ایک گائے کو ہٹایا۔ جس کی وجہ سے اس کی دُم کے پاس ذرا سی خراش ہو گئی۔ برہمن اُسے پکڑ کر لے گئے اور اس جرم میں اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا۔ اس قسم کے ظلم اور سختیاں ہوتی تھی۔ اب بتاؤ کہ ہم لوگ جنہوں نے اس قدر مصیبتیں اٹھائی ہیں اگر اس کا انکار کریں تو پھر خدا کا انکار کرنے والے ٹھہریں گے۔ اس وقت ایسا امن ہے کہ جو چاہے اور جس طرح چاہے عبادت کرے، بانگ دے، کوئی روکنے والا نہیں۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ خدا تعالیٰ کی اس نعمت (گورنمنٹ انگلشیہ) کا شکر یہ ادا کریں اور اس کی قدر کریں۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے جیسا شکر گزاری میں حق تھا ادا نہیں کیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ جب امن ہو گیا تھا تو خدا کی طرف زیادہ توجہ کرتے اور عبادت میں مشغول ہوتے۔ مگر نماز تو درکنار بانگ تک کے روادار نہیں ہیں بلکہ ناگفتنی عیبوں میں مبتلا ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ یہ امن تو اس لیے تھا کہ نیکی میں ترقی کریں مگر انہوں نے اس کے برخلاف کیا۔ یہ سچ ہے کہ امن کی حالت دو پہلو رکھتی ہے خواہ انسان نیکی میں ترقی کرے یا شراب خانے میں چلا جاوے۔ مگر میں افسوس سے ظاہر کرتا ہوں کہ مسلمانوں نے اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی۔ مگر ہماری جماعت کو چاہیے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھائے۔“

”قرآن شریف نے شروع میں ہی فرمایا هُدًى لِلْمُتَّقِينَ (البقرة: 3) پس قرآن شریف کے سمجھنے اور اس کے موافق ہدایت پانے کے لیے تقویٰ ضروری اصل ہے۔ ایسا ہی دوسری جگہ فرمایا لَا يَسْتَسْئِلُ إِلَّا الْإِنطَهَارُونَ (الواقعة: 80) دوسرے علوم میں یہ شرط نہیں۔ ریاضی، ہندسہ و ہیئت وغیرہ میں اس امر کی شرط نہیں کہ سیکھنے والا ضرور متقی اور پرہیزگار ہو۔ بلکہ خواہ کیسا ہی فاسق و فاجر ہی ہو۔ وہ بھی سیکھ سکتا ہے مگر علم دین میں خشک منطقی اور فلسفی ترقی نہیں کر سکتا اور اس پر وہ حقائق اور معارف نہیں کھل سکتے۔ جس کا دل خراب ہے اور تقویٰ سے حصہ نہیں رکھتا اور پھر کہتا ہے کہ علوم دین اور حقائق اس کی زبان پر جاری ہوتے ہیں وہ جھوٹ بولتا ہے۔ ہر گز ہرگز اسے دین کے حقائق اور معارف سے حصہ نہیں ملتا بلکہ دین کے لطائف اور نکات کے لیے متقی ہونا شرط ہے جیسا کہ یہ فارسی شعر ہے۔

عروس حضرت قرآن نقاب آنگہ بردارد
کہ دار الملک معنی را کند خالی زہر غوغا

جب تک یہ بات پیدا نہ ہو اور دار الملک معنی خالی نہ ہو، وہ غوغا کیا ہے؟ یہی فسق و فجور دنیا پسندی ہے۔ ہاں یہ جُدا امر ہے کہ چور کی طرح کچھ کھلائے تو کہہ دے۔ لیکن جو روح القدس سے بولتے ہیں وہ بجز تقویٰ کے نہیں بولتے۔ یہ خوب یاد رکھو کہ تقویٰ تمام دینی علوم کی کنجی ہے۔ انسان تقویٰ کے سوا ان کو نہیں سیکھ سکتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَلَمْ ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ (البقرة: 2، 3) یہ کتاب تقویٰ کرنے والوں کو ہدایت کرتی ہے اور وہ کون ہیں؟ اَلَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ (البقرة: 4) جو غیب پر ایمان لاتے ہیں یعنی ابھی وہ خدا نظر نہیں آتا اور پھر نماز کو کھڑی کرتے ہیں یعنی نماز میں ابھی پورا سرور اور ذوق پیدا نہیں ہوتا۔ تاہم بے لطفی اور بے ذوقی اور وساوس میں ہی نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ خرچ کرتے ہیں اور جو کچھ تجھ پر یا تجھ سے پہلے نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لاتے ہیں۔

یہ متقی کے ابتدائی مدارج اور صفات ہیں۔ جیسا کہ میں نے ایک مرتبہ بیان کیا تھا باظہر یہاں اعتراض ہوتا ہے کہ جب وہ خدا پر ایمان لاتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔ خرچ کرتے ہیں اور ایسا ہی خدا کی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں پھر اس کے سوائے ہدایت کیا ہوگی؟ یہ تو گو یا تحصیل حاصل ہوئی۔ يُنْفِقُونَ میں دونوں باتیں داخل ہیں۔ یعنی دوسروں کو روٹی یا کپڑا یا مال دیتا ہے اور یا قوی خرچ کرتا ہے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ عبارتیں اور یہ الفاظ اسی حد تک جو بیان کی گئی ہیں انسان کے کمال سلوک اور معرفت تامہ پر دلالت نہیں کرتے۔ اگر ہدایت کا انتہائی نقطہ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ ہی تک ہو تو پھر معرفت کیا ہوئی؟ اس لیے جو شخص قرآن مجید کی ہدایت پر کار بند ہو گا وہ معرفت کے اعلیٰ مقام تک پہنچے گا اور وہ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ سے نکل کر مشاہدہ کی حالت تک ترقی کرے گا گویا خدا تعالیٰ کے وجود پر عین الیقین کا مقام ملے گا۔

اسی طرح پر نماز کے متعلق ابتدائی حالت تو یہی ہوگی جو یہاں بیان کی کہ وہ نماز کو کھڑی کرتے ہیں یعنی نماز گویا گری پڑتی ہے۔ گرنے سے مراد یہ ہے کہ اس میں ذوق اور لذت نہیں بے ذوقی اور وساوس کا سلسلہ ہے اس لیے اس میں وہ کشش اور جذب نہیں کہ انسان جیسے بھوک پیاس سے بے قرار ہو کر کھانے اور پانی کے لیے دوڑتا ہے اسی طرح پر نماز کے لیے دیوانہ وار دوڑے لیکن جب وہ ہدایت پاتا ہے تو پھر یہ صورت نہیں رہے گی اس میں ایک ذوق پیدا ہو جائے گا۔ وساوس کا سلسلہ ختم ہو کر اطمینان اور سکینت کا رنگ شروع ہو گا۔ کہتے ہیں کسی شخص کی کوئی چیز گم ہوگئی تو اس نے کہا کہ ذرا ٹھہر جاؤ نماز میں یاد آجائے گی یہ نماز کاملوں کی نہیں ہو کرتی کیونکہ اس میں تو شیطان انہیں وسوسہ ڈالتا ہے لیکن جب کامل کا درجہ ملے گا تو ہر وقت نماز ہی میں رہے گا اور ہزاروں روپیہ کی تجارت اور مفاد بھی اس میں کوئی ہرج اور روک نہیں ڈال سکتا۔ اسی طرح پر باقی جو کیفیتیں ہیں وہ بڑے قال کے رنگ میں نہ ہوں گی ان میں حالی کیفیت پیدا ہو جائے گی اور غیب سے شہود پر پہنچ جاوے گا یہ مراتب بڑے سنانے ہی کو نہیں ہیں کہ بطور قصہ تم کو سنا دیا اور تم بھی تھوڑی دیر کے لیے سن کر خوش ہو گئے۔ نہیں یہ ایک خزانہ ہے اس کو مت چھوڑو۔ اس کو نکال لو۔ یہ تمہارے اپنے ہی گھر میں ہے اور تھوڑی سی محنت اور سعی سے اس کو پاسکتے ہو۔

ایک شخص کے پاس کتواں ہو اور وہ اس کے گھر ہی میں ہو۔ لیکن وہ کیسا بد نصیب ہے اگر اسے اس کا علم نہ ہو۔ اسی طرح اس مسلمان سے کون زیادہ بد نصیب ہے جس کو خدا تعالیٰ وعدہ دیتا ہے کہ میں اپنے کلام سے مشرف کروں گا مگر وہ اس کی طرف توجہ نہ کرے۔ یہ خدا تعالیٰ کا بڑا فضل ہے اور اسلام سے خاص ہے۔ کسی آریہ سے پوچھو

کہ تم وعدہ ہی دکھاؤ وہ یہ بھی نہیں دکھا سکتے۔ ماتم زده اور مُردہ وہ مذہب ہے جس کے الہام پر مہر لگ گئی اور ویران اور اُجڑا ہوا وہ باغ ہے جس پر خزاں کا قبضہ ہو چکا لیکن ربیع کا اثر اس پر نہیں ہو سکتا۔

کیسے افسوس اور تعجب کا مقام ہے کہ انسانی فطرت پر تو مہر نہ لگی اس میں تو معرفت حقیقی کی وہی بھوک پیاس موجود ہے لیکن الہام پر مہر لگا دی گئی جو معرفت الہی کا سرچشمہ تھا افسوس! بھوک میں غذا پھینک دی گئی اور پیاس کی حالت میں پانی لے لیا گیا۔ ایسا ہی عیسائی مذہب کا حال ہے۔ باوجود ہزاروں ضعف اور غربت کے ایک عاجز انسان کو خدا بنانا اور بات ہے یہ تو زری لاف زنی ہے۔ زبان سے کہہ دیا لیکن ہم کہتے ہیں کہ اس کی خدائی مان کر جو فضل تم پر ہو اور جو معرفت بڑھی ہے اُسے بھی تو پیش کرو۔ یہ کیسا میزبان ہے کہ دعوت کر کے بلایا ہے اور بھوک پیاس بھی لگی ہوئی ہے۔ ہاتھ دھلا دیتے ہیں۔ مگر نہ روٹی دیتا ہے اور نہ پانی۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہی ہے کہ وہ مُردہ مذہب ہیں۔ ان میں زندگی کے آثار اور زندگی کی حس و حرکت نہیں۔ وہ خشک ٹہنیاں ہیں۔ ان میں اب پھل پھول نہیں نکل سکتے۔ یہ صرف اسلام ہی ہے جو زندہ مذہب ہے۔ یہی ہے جس کا ربیع ہمیشہ آتا ہے جبکہ اس کے درخت سرسبز ہوتے ہیں اور شیریں اور لذیذ پھل دیتے ہیں اس کے سوا اور کوئی مذہب یہ خوبی نہیں رکھتا۔ اگر اس میں سے یہ خوبی نکال دی جاوے تو یہ بھی مُردہ ہو جاتا۔ مگر نہیں وہ زندہ مذہب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں اس کی زندگی کا ثبوت دیا ہے چنانچہ اس زمانہ میں بھی اس نے اپنے فضل سے اس سلسلہ کو اسی لیے قائم کیا ہے تا وہ اسلام کے زندہ مذہب ہونے پر گواہ ہو اور تا خدا کی معرفت بڑھے اور اس پر ایسا یقین پیدا ہو جو گناہ اور گندگی کو بھسم کر جاتا ہے اور نیکی اور پاکیزگی پھیلاتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 151-155)

دُشمن کے مقابلہ پر صبر اختیار کرو

فرمایا:

”آخر کار میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم دشمن کے مقابلہ پر صبر اختیار کرو۔ تم گالیاں سن کر چپ رہو۔ گالی سے کیا نقصان ہوتا ہے۔ گالی دینے والے کے اخلاق کا پتہ لگتا ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر تم کو کوئی زرد کوب بھی کرے تب صبر سے کام لو۔ یہ یاد رکھو کہ اگر خدا کی طرف سے ان لوگوں کے دل سخت نہ ہوتے تو وہ کیوں ایسا کرتے؟ یہ خدا کا فضل ہے کہ ہماری جماعت امن جُو ہے۔ اگر وہ ہنگامہ پرداز ہوتی تو بات بات پر لڑائی ہوتی اور پھر اگر ایسے لڑنے والے ہوتے اور ان میں صبر برداشت نہ ہوتی تو پھر ان میں اور ان کے غیروں میں کیا امتیاز ہوتا؟۔ ہمارا مذہب یہی ہے کہ ہم بدی کرنے والے سے نیکی کرتے ہیں۔ یہی گھر جو سامنے موجود ہے اس کے متعلق میرے لڑکے مرزا سلطان احمد نے مقدمہ کیا تھا۔ باوجودیکہ میرے لڑکے نے مقدمہ کیا تھا اور یہ سخت ایذا دینے والے دشمن تھے مگر میں نے کہا کہ میں اظہار نہیں دوں گا۔ کیا اُس وقت میں نے سلطان احمد کی رعایت کی تھی یا ان کی؟ اور ان کی دشمنیوں کا خیال رکھا یا ان کے ساتھ نیکی کی؟ یہ ایک ہی بات نہیں۔ جب جب ان کو میری مدد کی ضرورت ہوئی میں نے ان کو مدد دی ہے اور دیتا رہتا ہوں۔ جب ان کو مصیبت آئی یا کوئی پیار ہوا تو میں نے کبھی سلوک اور دوا دینے سے دریغ نہیں کیا۔ ایسی حالت میں کہ ہم ان سے سلوک کرتے ہیں اور ان کی سختیوں پر صبر کرتے ہیں تم ان کی بد سلوکیوں کو خدا پر چھوڑ دو۔ وہ خوب جانتا ہے اور اچھا بدلہ دینے والا ہے۔ میں تمہیں بار بار کہتا ہوں کہ ان سے نرمی کرو اور خدا تعالیٰ سے دعا کرو۔ مگر یہ بھی یاد رکھو کہ دعائیں منظور نہ ہوں گی جب تک تم متقی نہ ہو اور تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ کی دو قسم ہیں۔ ایک علم کے متعلق دوسرا عمل کے متعلق۔ علم کے متعلق تو میں نے بیان کر دیا کہ علوم دین نہیں آتے اور حقائق معارف نہیں کھلتے جب تک متقی نہ ہو اور عمل کے متعلق یہ ہے کہ نماز، روزہ اور دوسری عبادات اس وقت تک ناقص رہتی ہیں جب تک متقی نہ ہو۔

اس بات کو بھی خوب یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کے دو حکم ہیں اول یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ نہ اس کی ذات میں نہ صفات میں نہ عبادات میں اور دوسرے نوع انسان سے ہمدردی کرو۔ اور احسان سے یہ مراد نہیں کہ اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں ہی سے کرو بلکہ کوئی ہو۔ آدم زاد ہو اور خدا تعالیٰ کی مخلوق میں کوئی بھی ہو۔ مت خیال کرو کہ وہ ہندو ہے یا عیسائی۔ میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا انصاف اپنے ہاتھ میں لیا ہے وہ نہیں چاہتا کہ تم خود کرو۔ جس قدر نرمی تم اختیار کرو گے اور جس قدر فروتنی اور تواضع کرو گے اللہ تعالیٰ اسی قدر تم سے خوش ہو گا۔ اپنے دشمنوں کو تم خدا کے حوالہ کرو۔ قیامت نزدیک ہے۔ تمہیں ان تکلیفوں سے جو دشمن تمہیں دیتے ہیں گھبرانا نہیں چاہیے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ابھی تم کو ان سے بہت دکھ اٹھانا پڑے گا۔ کیونکہ جو لوگ دائرہ تہذیب سے باہر ہو جاتے ہیں ان کی زبان ایسی چلتی ہے جیسے کوئی پُل ٹوٹ جاوے تو ایک سیلاب پھوٹ نکلتا ہے۔ پس دیندار کو چاہیے کہ اپنی زبان کو سنبھال کر رکھے۔

یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب انسان کسی کا مقابلہ کرتا ہے تو اسے کچھ نہ کچھ کہنا ہی پڑتا ہے جیسے مقدمات میں ہوتا ہے۔ اس لیے آرام اسی میں ہے کہ تم ایسے لوگوں کا مقابلہ ہی نہ کرو۔ سبب باب کا طریق رکھو اور کسی سے جھگڑا مت کرو، زبان بند رکھو، گالیاں دینے والے کے پاس سے چپکے سے گزر جاؤ گویا سنا ہی نہیں اور ان لوگوں کی راہ اختیار کرو جن کے لیے قرآن شریف نے فرمایا ہے وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِمَمَّا (الفرقان: 73) اگر یہ باتیں اختیار کر لو گے تو یقیناً یقیناً اللہ تعالیٰ کے سچے مخلص بن جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی رپورٹ کی حاجت نہیں۔ وہ خود دیکھتا ہے اور سنتا ہے اگر تم تین ہو تو چوتھا خدا ہوتا ہے۔ اس لیے خدا کو اپنا نمونہ دکھاؤ۔ اگر تمہارے نفسانی جوش اور بدزباناں ایسی ہیں جیسے تمہارے دشمنوں کی ہیں پھر تم ہی بتاؤ کہ تم میں اور تمہارے غیروں میں کیا فرق اور امتیاز ہوا؟ تمہیں تو چاہیے کہ ایسا نمونہ دکھاؤ کہ جو مخالف خود شرمندہ ہو جاوے۔ بڑا ہی عقلمند اور حکیم وہ ہے جو نیکی سے دشمن کو شرمندہ کرتا ہے۔

ہمیں اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ نرمی اور رفق سے معاملہ کرو۔ اپنی ساری مصیبتیں اور بلائیں خدا تعالیٰ پر چھوڑ دو۔ یقیناً سمجھو اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ ہر شخص کی شرارت پر صبر کرتا ہے اور خدا پر اُسے چھوڑتا ہے تو خدا اُسے ضائع نہیں کرے گا۔ اگرچہ دنیا میں ایسے آدمی موجود ہیں جو ہنسی کریں گے اور ان باتوں کو سن کر ٹھٹھا کریں گے مگر تم اس کی پروا نہ کرو۔ خدا تعالیٰ خود اس کے لیے موجود ہے۔ وہ خدا پر انا نہیں ہو گیا جیسے انسان بڑھا ہو کر پیر فروت ہو جاتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ وہی ہے جو موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے وقت تھا اور وہی خدا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تھا۔ اس کی وہی طاقتیں اب بھی ہیں جو پہلے تھیں۔ لیکن جو کچھ میں کہتا ہوں تم اس پر عمل نہ کرو تو میری جماعت میں نہ رہے۔“

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 163-166)

اپنی جماعت کو حکومت انگلشیہ کی اطاعت بجالانے کی نصیحت

فرمایا:

”میں دیکھتا ہوں کہ ان دنوں میں بعض جاہل اور شریر لوگ اکثر ہندوؤں میں سے اور کچھ کچھ مسلمانوں میں سے گورنمنٹ کے مقابل ایسی ایسی حرکات ظاہر کرتے ہیں جن سے بغاوت کی بو آتی ہے بلکہ مجھے شک ہوتا ہے کہ کسی وقت باغیانہ رنگ ان کی طبائع میں پیدا ہو جائے گا اس لیے میں اپنی جماعت کے لوگوں کو جو مختلف مقامات پنجاب، ہندوستان میں موجود ہیں جو بفضلہ تعالیٰ کئی لاکھ تک ان کا شمار پہنچ گیا ہے۔ نہایت تاکید سے نصیحت کرتا ہوں کہ وہ میری اس تعلیم کو خوب یاد رکھیں جو قریباً چھبیس برس سے تقریری اور تحریری طور پر ان کے ذہن نشین کر آیا ہوں یعنی یہ کہ اس گورنمنٹ انگریزی کی پوری اطاعت کریں کیونکہ وہ محسن گورنمنٹ ہے۔ اس کے ظلّ حمایت میں ہمارا یہ فرقہ احمدیہ چند سال میں لاکھوں تک پہنچ گیا ہے اور اس گورنمنٹ کا احسان ہے کہ اس کے زیر سایہ ہم ظالموں کے پنجے سے محفوظ ہیں۔ خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت ہے کہ اُس نے اس گورنمنٹ کو اس بات کے لیے چُن لیا کہ تا یہ فرقہ احمدیہ اس کے زیر سایہ ہو کر ظالموں کے خونخوار حملوں سے اپنے تئیں بچاؤے اور ترقی کرے۔ کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ تم سلطان روم کی عملداری میں رہ کر یا مکہ اور مدینہ میں ہی اپنا گھر بنا کر شریر لوگوں کے حملوں سے بچ سکتے ہو۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ ایک ہفتہ میں ہی تم تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کئے جاؤ گے۔ تم سن چکے ہو کہ کس طرح صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب جو ریاست کابل کے ایک معزز اور بزرگوار اور نامور رئیس تھے جن کے مرید پچاس ہزار کے قریب تھے جب وہ میری جماعت میں داخل ہوئے تو محض اس قصور کی وجہ سے کہ وہ میری تعلیم کے موافق جہاد کے مخالف ہو گئے تھے۔ امیر حبیب اللہ خاں نے نہایت بے رحمی سے ان کو سنگسار کر دیا۔ پس کیا تمہیں ایسے لوگوں سے کچھ توقع ہے کہ تمہیں ایسے سلاطین کے ماتحت کوئی خوشحالی میسر آئے گی۔ بلکہ تم تمام اسلامی مخالف علماء کے فتوؤں کے رو سے واجب القتل ٹھہر چکے ہو۔ سو خدا تعالیٰ کا یہ فضل اور احسان ہے کہ اس گورنمنٹ نے ایسا ہی تمہیں اپنے سایہ پناہ کے نیچے لے لیا جیسا کہ نجاشی بادشاہ نے جو عیسائی تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو پناہ دی تھی میں اس گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہیں کرتا جیسا کہ نادان لوگ خیال کرتے ہیں نہ اس سے کوئی صلہ چاہتا ہوں بلکہ میں انصاف اور ایمان کے رو سے اپنا فرض دیکھتا ہوں کہ اس گورنمنٹ کی شکر گزاری کروں اور اپنی جماعت کو اطاعت کے لیے نصیحت کروں۔

سو یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ ایسا شخص میری جماعت میں داخل نہیں رہ سکتا جو اس گورنمنٹ کے مقابل پر کوئی باغیانہ خیال رکھے اور میرے نزدیک یہ سخت بد ذاتی ہے کہ جس گورنمنٹ کے ذریعہ سے ہم ظالموں کے پنجے سے بچائے جاتے ہیں اور اس کے زیر سایہ ہماری جماعت ترقی کر رہی ہے اس کے احسان کے ہم شکر گزار نہ ہوں اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ (الرحمن: 6) یعنی احسان کا بدلہ احسان ہے اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ جو انسان کا شکر نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر نہیں کرتا۔ یہ تو سوچو کہ اگر تم اس گورنمنٹ کے سایہ سے باہر نکل جاؤ تو پھر تمہارا ٹھکانا کہاں ہے؟ ایسی سلطنت کا بھلا نام تو لو جو تمہیں اپنی پناہ

میں لے آئے گی۔ ہر ایک اسلامی سلطنت تمہارے قتل کرنے کے لیے دانت پیں رہی ہے کیونکہ ان کے نزدیک تم کافر اور مرتد ٹھہر چکے ہو۔ سو تم خدا داد نعمت کی قدر کرو اور تم یقیناً سمجھ لو کہ خدا تعالیٰ نے سلطنت انگریزی تمہاری بھلائی کے لیے ہی اس ملک میں قائم کی ہے اور اگر اس سلطنت پر کوئی آفت آئے تو وہ آفت تمہیں بھی نابود کر دے گی۔ یہ مسلمان لوگ جو اس فرقہ احمدیہ کے مخالف ہیں۔ تم ان علماء کے فتوے سن چکے ہو یعنی یہ کہ تم ان کے نزدیک واجب القتل ہو اور ان کی آنکھ میں ایک کٹا بھی رحم کے لائق ہے مگر تم نہیں ہو۔ تمام پنجاب اور ہندوستان کے فتوے بلکہ تمام ممالک اسلامیہ کے فتوے تمہاری نسبت یہ ہیں کہ تم واجب القتل ہو اور تمہیں قتل کرنا اور تمہارا مال لوٹ لینا اور تمہاری بیویوں پر جبر کر کے اپنے نکاح میں لے آنا اور تمہاری میت کی توہین کرنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دینا نہ صرف جائز بلکہ بڑا ثواب کا کام ہے۔

سو یہی انگریز ہیں جن کو لوگ کافر کہتے ہیں جو تمہیں ان خونخوار دشمنوں سے بچاتے ہیں اور ان کی تلوار کے خوف سے تم قتل کئے جانے سے بچے ہوئے ہو۔ ذرا کسی اور سلطنت کے زیر سایہ رہ کر دیکھ لو کہ تم سے کیا سلوک کیا جاتا ہے؟ سو انگریزی سلطنت تمہارے لیے ایک رحمت ہے۔ تمہارے لیے ایک برکت ہے اور خدا کی طرف سے تمہاری وہ سپر ہے۔ پس تم دل و جان سے اس سپر کی قدر کرو اور تمہارے مخالف جو مسلمان ہیں ہزار ہا درجہ ان سے انگریز بہتر ہیں کیونکہ وہ تمہیں واجب القتل نہیں سمجھتے۔ وہ تمہیں بے عزت کرنا نہیں چاہتے۔ کچھ بہت دن نہیں گزرے کہ ایک پادری نے کپتان ڈگلس کی عدالت میں میرے پر اقدام قتل کا مقدمہ کیا تھا۔ اس دانشمند اور منصف مزاج ڈپٹی کمشنر نے معلوم کر لیا کہ وہ مقدمہ سراسر جھوٹا اور بناوٹی ہے اس لیے مجھے عزت کے ساتھ بری کیا بلکہ مجھے اجازت دی کہ اگر چاہو تو جھوٹا مقدمہ بنانے والوں پر سزا دلانے کے لیے نالش کرو۔ سو اس نمونہ سے ظاہر ہے کہ انگریز کس انصاف اور عدل کے ساتھ ہم سے پیش آتے ہیں اور یاد رکھو کہ اسلام میں جو جہاد کا مسئلہ ہے میری نگاہ میں اس سے بدتر اسلام کو بدنام کرنے والا اور کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ جس دین کی تعلیم عمدہ ہے جس دین کی سچائی ظاہر کرنے کے لیے خدا نے معجزات دکھلائے ہیں اور دکھلا رہا ہے ایسے دین کو جہاد کی کیا ضرورت ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ظالم لوگ اسلام پر تلوار کے ساتھ حملے کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ اسلام کو تلوار کے ذریعہ سے نابود کر دیں۔ سو جنہوں نے تلواریں اٹھائیں وہ تلوار سے ہی ہلاک کئے گئے۔ سو وہ جنگ صرف دفاعی جنگ تھی۔ اب خواہ نخواستہ ایسے اعتقاد پھیلانا کہ کوئی مہدی خونی آئے گا اور عیسائی بادشاہوں کو گرفتار کرے گا یہ محض بناوٹی مسائل ہیں جن سے ہمارے مخالف مسلمانوں کے دل خراب اور سخت ہو گئے ہیں اور جن کے ایسے عقیدے ہیں وہ خطرناک انسان ہیں اور ایسے عقیدے کسی زمانہ میں جاہلوں کے لیے بغاوت کا ذریعہ ہو سکتے ہیں بلکہ ضرور ہوں گے سو ہماری کوشش ہے کہ مسلمان ایسے عقیدوں سے رہائی پائیں۔ یاد رکھو کہ وہ دین خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتا۔ جس میں انسانی ہمدردی نہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ زمین پر رحم کرو تا آسمان سے تم پر رحم کیا جاوے۔“

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 287-290)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان ناصح پر عمل کی توفیق دے۔ آمین

(کمپوزر ڈ: مسز بقعۃ النور عمران۔ جرمنی)

